POSTED AT LPC Delhi RMS
ON 17-18 February 2024, R.N.I No. 2186/57

POSTAL REGN. NO. DL (C) - 01/1195/2024-26, Licensed to Post
Without Prepayment U (C) - 160/2024-26, ISSN 2456-8511

Total Pages
8

HAMARI
ZABAN
(Weekly)

ہفت روزہ
ہماری زبان
اشاعت کا 85 واں سال

Date of Publication: 16-02-2024 • Price: 5/- • 22-28 February 2024 • Issue: 8 • Vol:83

۲۲ تا ۲۸ فروری ۲۰۲۴ء • شمارہ: ۸ • جلد: ۸۳

چودھری محمد علی ردولوی کی خطوط نگاری

شعیب نظام

چودھری صاحب 5 مئی 1882 کو ردولی میں پیدا ہوئے اور 10 ستمبر 1959 کو اسی خاک کا پیوند ہوئے۔ پتا نہیں یہ مصنف کی بدقسمتی ہے یا اُردو زبان کی کہ ایک صاحبِ طرز اور منفرد نثر نگار کو وہ شہرت نصیب نہیں ہوئی جس کا وہ ہر طرح سے حقدار تھا۔ قرۃ العین حیدر نے اپنے خاکوں کے مجموعے 'پکچر گیلری' میں 'داستان طراز' کے عنوان سے ان کا ذکر کرتے ہوئے ان کے اسلوب کی انفرادیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ترقی پسند مصنّفین کی پہلی کانفرنس 1936 میں جو لکھنؤ میں منعقد ہوئی تھی اس کے وہ استقبالیہ کمیٹی کے صدر تھے اور اس میں اپنا خطبۂ استقبالیہ پیش کیا تھا جو تلاشِ بسیار کے باوجود دستیاب نہیں ہو سکا مگر ترقی پسندوں نے بھی ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی۔ مسعود الحق صاحب مبارک باد کے حقدار ہیں کہ انھوں نے ان کی تقریباً تمام تحریریں جمع کر کے قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان سے تین جلدوں میں شائع کرا دیں۔

ان کے خطوط کا مجموعہ 'گویا دبستان کھل گیا' سب سے پہلے ان کی چھوٹی بیٹی ہما بیگم نے شائع کروایا تھا۔ اس مجموعے میں سب سے زیادہ خطوط ہما کے نام ہی ہیں۔ وہ ذہنی طور پر اپنے والد سے سب سے زیادہ قریب تھیں۔ ان خطوط میں ذاتی باتوں کے علاوہ مذہبی اور اس دور کے سیاسی، معاشی تمام طرح کے موضوعات ہمارے سامنے آتے ہیں مگر جس شگفتہ اور بے تکلف نثر میں باتیں لکھی نہیں بلکہ کہی جا رہی ہیں غالب کے خطوط کے بعد اُردو میں یہ خوبی کسی بھی دوسرے خطوط کے مجموعے میں نظر نہیں آتیں۔ اپنے اسلوب اور شگفتگی کے لحاظ سے یہ خطوط آج بھی بالکل تازہ اور بہت دل چسپ معلوم ہوتے ہیں یہ چودھری صاحب کی نثر کا کمال ہے۔

ہما بیگم کے نام ایک خط کا اقتباس دیکھیے:

''نماز کے بعد بارگاہِ خدا میں عرض کرتا ہوں کہ بارِ الٰہا ایمان دے۔ اللہ میاں فرماتے ہیں ہمارا کام ہی ہے ایمان بخشنا مگر تم خود اپنے دل میں ڈھونڈو یہ طلب تمھاری صادق ہے؟ میں عرض کرتا ہوں میرے مالک میری تمنا ایمان کی روشنی سے سینہ جگمگ جگمگ کرنے لگے جی سے معلوم ہوتی ہے وہاں ارشاد ہوتا ہے ہاں ہاں یہ تو ٹھیک ہے مگر غور کرو تم نے جوانی میں بہت سی عورتوں کو جانا بھلا ایمان سے کہو اُس طرح کی بے تابی، تڑپ، شوق کا کچھ بھی شائبہ ہماری تلاش میں پاتے ہو میں عرض کرتا ہوں جی نہیں اس طرح کی تڑپ، بے چینی تو نہیں پاتا ایک دوسری طرح کی خواہش ضرور ہے وہ فرماتے ہیں ہم تمھارے دل کا حال تم سے بہتر سمجھتے ہیں یہ خواہش جو تم محسوس کرتے ہو یہ ہماری محبت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ بوڑھے ہو گئے ہو عورت منہ نہیں لگاتی، طاقت جواب دے رہی ہے، موت کھڑی گھور رہی ہے اس لیے اس طرح کے خیالات دل میں پاتے ہو۔ میں عرض کرتا ہوں بارِ الٰہا اب تیرے سمجھانے سے سمجھ میں آتا ہے واقعی تیری خواہش انھیں مجبوریوں کی وجہ ہوگی مگر ہے تو جوانی میں نہ سہی بڑھاپے میں سہی مگر اب تو ہے اسی کا خیال فرما کر رحم کر اور دے دے دولتِ ایمان جواب ملتا ہے ہاں ہاں چلے چلو۔ میں عرض کرتا ہوں اے میرے رب میں تو اس سے زیادہ کی آس لگائے ہوں تو رحیم ہے، کریم ہے، غفار ہے۔ تیرا کیا نقصان ہے اگر اس سے زیادہ دے دے میرے قلب کو تسکین ہو جائے حکم ہوتا ہے زیادہ بک بک مت کرو کہہ تو دیا کہ چلے چلو... مگر مانتے ہی نہیں قفل کھولو قفل کھولو کی رٹ لگا دی ہے ہم تیرے رگ پٹھے سے واقف ہیں بہروپیا۔ چھپ جھالیا دنیا بھر کا۔ آیا ہے وہاں سے ہوا باندھنے، میں عرض کرتا ہوں آپ حضور مالک ہیں جو چاہے کہیں۔''

طوالت کے خوف سے پورا خط نقل نہیں کیا جا رہا ہے۔ دیکھیے کتنے سنجیدہ اور خالص مذہبی مسئلے کو ان کے اسلوب نے کیسا دل چسپ بنا دیا ہے۔ اپنے روحانی کرب کو اس طرز میں بیان کرنا کہ کرب کی شدت بیٹی تک اتنی سنگینی کے ساتھ منتقل نہ ہو یہ خوبی صرف اور صرف چودھری صاحب کو حاصل ہے۔

موضوع کوئی بھی ہو وہ لطیفہ گوئی کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور تلاش کر لیتے ہیں۔ اپنے ذاتی مصائب خصوصاً زمینداری کے خاتمے کے سبب مالی مسائل پر گفتگو کرتے کرتے دیکھیے وہ گریز سے کس طرح کام لیتے ہیں:

''ایک درویش نے کسی دوسرے درویش سے پوچھا کہ تمھارے شہر میں درویشوں کا کیا رویّہ ہے۔ اس نے کہا ان کو جب ملتا ہے تو شکر ادا کرتے ہیں اور جب نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں۔ اس درویش نے کہا ہمارے یہاں بغداد کے کتوں کا بھی ایسا ہی حال ہے۔''

قاضی نذر الحسن عرف نجے کے نام اپنے خط میں چودھری صاحب اس بات پر اپنے انداز میں روشنی ڈالتے ہیں کہ انسان کی فطرت ہی ایسی ہے کہ وہ شکر کم اور شکایت زیادہ کرتا ہے۔ یہاں انھوں نے ایک نیا طریقہ استعمال کیا ہے۔ اپنے مسائل کا ذکر کرتے ہوئے اپنا ایک ہمزاد تصور کر لیا ہے جو ان کی ہر شکایت کا جواب دیتا ہے۔ تکنیک اور اسلوب کے لحاظ سے یہ خط خاصا منفرد ہے، اس طرح کی مثال اردو خطوط نگاری میں شاید نہیں ملے گی۔

''آدمی عجب معجون مفرح بلکہ معجون غیر مفرح اللہ میاں نے بنایا ہے کہ ہر وقت شکایت ہی کا پہلو پیش کیا کرتا ہے شکر کے موقعے ایسے نظر انداز کر جاتا ہے جیسے اس نے اللہ میاں کے ہاتھوں گیہوں بیچے تھے اور اللہ میاں اس کے دام دبا بیٹھے تھے۔''

مثلاً دو چار شکوے شکایت کی باتیں لکھتا ہوں غور سے پڑھنا۔ اس کے بعد وہ ایک ایک سوال کرتے جاتے ہیں اور ان کا ایجاد کردہ ہمزاد اس کے جوابات دیتا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

- بڑھاپا آ گیا؟
- ☆ بڑھاپا کس کو نہیں آتا
- بال بچوں سے دور جا پڑا
- ☆ ہوش کے ناخن لو نہ معلوم کتنے ہوں گے جن کے بال بچے ہیں ہی نہیں ان سے تو اچھے ہو۔
- لکھنؤ جاؤ تو معلوم ہوتا ہے کوئی جاننے والا رہ ہی نہیں گیا ہے۔

قارئین! اب 'ہماری زبان' کا مطالعہ انجمن ترقی اردو (ہند) کی ویب سائٹ www.atuh.org پر بھی کر سکتے ہیں جہاں اِسے مفت میں ڈاؤن لوڈ کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔

★ کیوں جھوٹ بولتے ہو اب بھی دو چار احباب دوست مخلص مل ہی جاتے ہیں نہ ملتے تو تم بار بار لکھنؤ کیوں جاتے جب لکھنؤ جانا بند کر دو تو ہم جانیں کہ تم سچ کہتے ہو، چودھری مجتبیٰ حسین ہیں، محبوب عالم ہیں، چودھری نعمت اللہ ہیں اور نہ جانے کتنے نکلیں گے۔

● مسلمان بہت یاد آتے ہیں۔

★ کیوں سڑا منھ سوندھا کرتے ہو دو تین برس سے انھوں نے تمھاری بات نہیں پوچھی

● ادھر بڑھاپے کی وہ بیماریاں ہو گئیں جو جاتی نہیں

★ لکھنؤ کے مشہور سرجن ماتھرا بھی ابھی بتا چکے ہیں کہ ستر برس کے سن میں ایسے خوش قسمت کم دکھائی دیتے ہیں اور تم ہائے ہائے کے نعرے مار رہے ہو آخر کیا قیامت کی بوریہ بٹورنے کا ارادہ ہے۔

● ردولی میں عیب جو زیادہ رہ گئے، ہنر دیکھنے والے چلے گئے۔

★ خود اپنی افتادِ طبیعت دیکھو گریبان میں منھ ڈالو ہر شخص سے تو لڑائی کر لیتے ہو پھر الٹے شکایتیں کرتے ہو پھر اپنے چاہنے والے اور ہمدردوں کا ذکر نہیں کرتے۔

● علاقہ جا رہا ہے۔

★ معلوم نہیں علاقہ پہلے جائے کہ تم پہلے جاؤ پھر اس کا رونا کیا روتے ہو۔

سوال و جواب کا ایسا طریقہ غالب کے سوا کہیں اور نہیں ملتا۔ یہ اسلوب صرف اور صرف چودھری محمد علی سے مخصوص ہے خود کو غیر تصور کر کے جواب دینا ان کی ندرت، زندہ دلی اور شگفتہ نگاری کی بہترین مثال ہے۔

قرۃ العین حیدر نے اپنے خاکوں کی کتاب 'پکچر گیلری' میں 'داستان طراز' کے عنوان سے چودھری محمد علی کا ایک خاکہ شامل کیا ہے۔ 31 جنوری 1953 کو چودھری صاحب نے اپنی بیٹی ہما کو لکھا تھا:

''ہاں بیٹی قرۃ العین حیدر سے ملاقات ہے اگر ممکن ہو تو ان کو اور ان کی ماں کو ہماری دعا اور تسلیم پہنچا دو اگر انھوں نے ہماری کتابیں نہ دیکھی ہوں، تو بھجوا بھی دو۔ انھوں نے 'نقوش' میں اپنے خطوط دیے تھے اس میں ہماری بھی تعریف کی تھی ان کے والدِ مرحوم کا نیاز مند ہوں، شاید وہ بھی جانتی ہوں۔''

خیال غالب ہے کہ اس خط کے بعد ہما نے چودھری صاحب کی کتابیں قرۃ العین کو بھیجی ہوں گی اس کے بعد ہی انھوں نے 'داستان طراز' لکھا ہوگا۔

چودھری صاحب کبھی بھی اپنی موج میں خالص ظرافت اور شگفتہ نگاری پر اتر آتے ہیں ایسے خطوط کی تعداد بہت کم ہے مگر ولایت حسین کے نام ان کا ایک خط مجموعے میں شامل ہے جس سے گمان گزرتا ہے کہ ولایت صاحب ردولی کے جائے وقوع سے واقف نہیں ہیں مگر وہ چودھری صاحب کے پرستار ہیں اور ان سے ملنے کے شدید خواہش مند ہیں۔ ان کے خط کا جواب لکھتے ہوئے چودھری صاحب رقم طراز ہیں:

'' ولایت حسین صاحب تسلیم آپ ماشاء اللہ جوان آدمی پڑھے لکھے سمجھدار ذمہ دار اور بالغ راستے کی شکلوں، سفر کی صعوبتوں کی پوچھ گچھ کی ہے ارے صاحب الہ آباد کے اسٹیشن پر ٹکٹ گھر ڈھونڈ لیجیے ردولی کا ٹکٹ لیجیے اور ہمت کر کے ریل میں بیٹھ جائیے اور احتیاط مدنظر ہو تو جو ماما آپ کے یہاں کھانا پکاتی ہے اس سے کہیے کہ دائیں بازو پر ایک پیسہ امام ضامن کا باندھ دے...فیض آباد کے اسٹیشن پر کوئی نہ کوئی بندۂ خدا مل ہی جائے گا جو لکھنؤ جانے والی گاڑی میں آپ کو بٹھا دے گا، فیض آباد کے اسٹیشن پر بندر بہت ہیں مگر امام ضامن تو بازو پر بندھا ہوگا پھر ڈر کاہے کا، ہم سفر ردولی اسٹیشن بتا دیں گے جی کڑا کر کے اتر پڑیے گا، اگر آمد کا وقت معلوم ہوگا تو وہاں پر میرا آدمی موجود ہوگا اگر میں اس دن تک مر گیا تب بھی محمد علی کو اتنی جلدی بھول نہیں گئے ہوں گے کوئی نہ کوئی خدا ترس آپ کو میرے گھر کا پتا بتا ہی دے گا ہمت مرداں مددِ خدا۔ آپ چل کھڑے ہوئیے گا۔ سب سے پہلے میری بیوی سے میری بابت موت کا پرسہ دیجیے گا۔ اس کے بعد اور باتیں کیجیے گا۔ اسٹیشن سے غریب خانہ تک سڑک خراب ہے یکہ تانگے کا ڈنڈا مضبوط پکڑے رہیے گا خدا چاہے گا تو بیڑا پار ہے۔''

دیکھا آپ نے چودھری صاحب نے کیسی شگفتہ نثر لکھی ہے اب ایسی عمدہ نثر لکھنے والے نایاب ہو گئے ہیں۔

ان کی بیٹی ہما نے جب ان سے ان کے خطوط چھپوانے کا ارادہ ظاہر کیا تو انھوں نے جواب میں جو خط لکھا ہے وہ ادبی لحاظ سے بھی بہت دل چسپ ہے اور بامعنی بھی:

''میں تو یہ نہیں کہتا کہ میرے خطوط چھپے نا۔ اگر ان سے کوئی فائدہ مقصود ہو تو ضرور چھپیں مگر اس خیال کے بعد وہ تحریر کی بے تکلفی تو گئی مولانا ابوالکلام آزاد نے جیل خانے میں چھپوانے کے لیے خطوط لکھے تھے دیکھ لو ایک خط کے سوا جو انھوں نے اپنی بیوی کے مرنے پر لکھا تھا اور جتنے خطوط ہیں ان میں لڑکوں کا باپ، مردہ بیوی کا شوہر غائب اور صرف ادب کا منشی، علوم کا مولوی انگریزی پالیٹکس کا ادھ کچرہ نقال انا کا ڈھنڈورہ پیٹنے والا بڑے بڑے الفاظ اور عربی ترکیبوں کا اردو کی اونچی نیچی زمین پر ٹینک چلانے والا دکھائی دیتا ہے۔''

تقریباً ان ہی خیالات کا اظہار ابوالکلام آزاد کے خطوط کے بارے میں ایک مذاکرے میں شمس الرحمٰن فاروقی نے بھی کیا تھا۔ اس اقتباس سے چودھری صاحب کے بلند ذوق کا بھی خوب اندازہ ہو جاتا ہے۔

نئی شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے وہ اپنے ایک دوست کو خط میں لکھتے ہیں:

''نئی شاعری نے ایسی بلند پروازیاں کی ہیں کہ ان کو سن کر ہم دقیانوسی لوگوں کے حواس اڑ جاتے ہیں ایسی حالت میں حدود کے اندر والی شاعری اگر کہیں دکھائی دے جاتی ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے جیسے بچھڑے مل گئے ہوں۔''

اپنی بیماری کے بارے میں وہ شاہ آفاق احمد کے نام خط میں تحریر کرتے ہیں:

'' آنکھ کا اشارہ کچھ کہتا ہے، دل اپنے رنگ میں ہے، دماغ ہنڈولے پر مزہ کر رہا ہے ہاتھ کاشتکاروں کی طرح بے ہاتھ ہو گیا ہے بایاں ہاتھ پہلے سے ہی زمیندار ہو چکا ہے۔''

دیکھا آپ نے اپنی بے بسی اور بیماری کو کیسے استعارے کی زبان میں بے تکلفی سے بیان کر رہے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اپنی بیماری اور بے بسی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں جب کہ ظاہر ہے کہ صورت اس کے برعکس ہے۔ وہ دوسرے کو ذہنی تکلیف نہیں دینا چاہتے، اس لیے ایسا دلکش پیرایۂ اظہار اختیار کرتے ہیں۔

چودھری صاحب ہما کو خط میں پہلے اپنے مسائل اور تنہائی کا ذکر کرتے کرتے اچانک الجھ کر ہما کے لیے کچھ شعر لکھنے لگتے ہیں جس سے ان کے شعری ذوق کا پتا چلتا ہے۔ اس خط میں علاقہ کے جانے کا دکھ صاف جھلک اٹھتا ہے مگر وہ اسے راج روگ سے تشبیہ دے کر ایک نیا اور انوکھا پہلو نکال لیتے ہیں جو لطف سے خالی نہیں۔ یہ ان کا خاص انداز یا اسلوب ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

''دل بہلاو کے صرف دو سامان ہیں آفاق کے پاس بیٹھنے سے دل کو چین ملتا ہے، پرایا لڑکا اپنا عصائے پیری بن گیا ہے۔ دوسرے برج میں وقت کٹتا ہے بدر مل کی ہمدردی ویسی ہی ہے دو بوڑھے ایک دوسرے کا سہارا ہیں۔ علاقہ راج روگ کا بیار بن گیا ہے اچھے ہونے کی آس نہیں مگر جب تک سانس ہے کوئی اپنے پیارے کو چھوڑ کر کیسے بھاگ جائے روٹی کے سہارے کو آگ لگا کر کدھر نکل جائے۔ بھاڑ میں جائے یہ گھڑاگ اب دو ایک اچھے شعر سنو اکثر تم کو یاد ہوں گے مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ مزا آ ہی جائے گا:

جاتا ہے یار کچھ تو بیاں منھ سے بول لے
اے بدنصیب مانعِ گفتار کون ہے

سعدی، میر سب کے شعر موجود ہیں پھر بھی یہ شعر نہ چھوٹا پن ہے نہ چوٹ سے خالی ہے۔

اے فغاں دیکھنا سمجھ لینا
دے کے دل پھر لیا نہیں جاتا
تیرے خط کا جواب آیا ہے
ہوش کھول آنکھ نامہ بر کو دیکھ
آثار سحر مرغ سحر کو نہیں معلوم
لپٹے رہو سینے سے ابھی رات پڑی ہے
تو پری شیشے سے نازک ہے نہ کر دعویٰ مہر
دل ہے پتھر کے انھوں کے جو وفا کرتے ہیں
میر تقی میر

لوگ کہتے ہیں محبت میں اثر ہوتا ہے
کون سے شہر میں ہوتا ہے کدھر ہوتا ہے
گفتنی نیست کہ بر غالب ناکام چہ رفت
می تواں گفت کہ ایں بندہ خداوند نداشت

یہ مضمون امام زین العابدین علیہ سے لیا ہے۔ حافظ سعدی وغیرہ سب نے یہی کہا ہے اپنے آقائے ولی نعمت کے دسترخوان سے پیٹ بھرنا نہ ذلت۔ نہ چوری حدیث، قرآن یا ان حضرات کے ارشاد سے فائدہ اٹھانا کس کو فخر نہیں۔''

ان اشعار سے جہاں چودھری صاحب کے ذوقِ سلیم کا پتا چلتا ہے وہیں یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ فارسی شاعری اور احادیث سے بھی انھیں گہرا شغف تھا۔ ان کی کتاب 'میرا مذہب' سے بھی خوب اندازہ ہوتا ہے کہ مذہبیات پر ان کا مطالعہ کتنا وسیع ہے اور باریک سے باریک نکات تک ان کی رسائی ہے اور علما کے وعظ سے وہ کیوں دل برداشتہ ہو جاتے ہیں۔

ایسے کثیر المطالعہ اور منکسر المزاج شخص اب تو کم یاب کیا نایاب ہو گئے ہیں۔

مولانا حمایت الحسن کے نام ایک خط میں ایک ٹھاکر صاحب جو کسی کالج میں ہیڈ ماسٹر تھے، ان کا ذکر بہت محبت سے کیا ہے مگر ان کی ایک کمی کی طرف اپنے خاص انداز میں ایک جملہ بھی لکھ دیا ہے آپ بھی دیکھیے:

''انھوں نے تمھارے رشتے سے مجھے ماما کہنا شروع کیا تھا جس کی وجہ سے ان کی جگہ میرے دل میں اور زیادہ ہو گئی تھی ان کی کتابیں دیکھ کر ان کے پڑھے لکھے، خوش علم ہونے کا اثر ہوا تھا اسی کے ساتھ یہ کمی بھی محسوس ہوتی تھی کہ بجائے خود اپنے دماغ سے باتیں نکالنے کے، شیکسپیئر اور ملٹن کا مال گدڑی بازار میں لیے بیٹھے رہتے ہیں۔''

ذرا اس کردار کو غور سے دیکھیے اور آج کے ادب پر ایک نگاہ ڈالیے سیکڑوں کیا ہزاروں مغربی ادیبوں اور مفکروں کا مال لیے آپ کو آج کے گدڑی بازار میں بیٹھے مل جائیں گے۔ یہ لوگ متاثر کرنے کے بجائے مرعوب کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور یہ دیکھنے تک کی زحمت نہیں فرماتے کہ سامنے والے کی زنبیل میں کیا ہے اور وہ کیا اثر لے رہا ہے۔ مگر داد دیجیے چودھری صاحب کی کہ انھوں نے اپنے تاثر کی کیسی انوکھی تشریح کی ہے۔ ایک جملے میں وہ سب کہہ گئے جس کو کسی اور طرح بیان کرتے تو شاید عبارت بے مزہ اور لمبی ہو کر اپنا اثر کھو دیتی۔ یہی چودھری صاحب کی نثر کی وہ خوبی ہے جو انھیں بڑا انشا پرداز بناتی ہے۔

...............جاری...............

منشی نول کشور کی پریس کے ذریعے اُردو خدمات

مرضیہ عارف

اردو ہندستان میں مشترکہ تہذیب کی علامت اور سرتیج بہادر سپرو کے بقول ''ہندو اور مسلمانوں کا ناقابلِ تقسیم ترکہ ہے'' جب کہ بابائے اردو مولوی عبدالحق کا خیال ہے کہ ''اس زبان کی تنظیم وتربیت میں اگر ہندوؤں کی شرکت نہ ہوتی تو یہ کبھی وجود میں نہ آتی۔'' یہ بڑے سچے اور حقیقی خیالات ہیں جن کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ اردو جس خطۂ ارض کی پیداوار ہے وہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے، رنگا رنگ معاشرت، لین دین اور رسومات کے حامل لوگ بستے ہیں، جنھوں نے اپنے پیغام، خیالات اور تعلیمات کے لیے اس زبان کو وسیلۂ اظہار بنایا۔

بزرگانِ دین کے ملفوظات ہوں یا قرآن وحدیث کے تراجم اور تفاسیر، شعرا اور ادیبوں کا تخلیقی سرمایہ ہو یا سماجی ومعاشرتی مسائل پر ان کی اخلاقی تحریریں، مذہبی ہستیوں کی سوانح عمریاں ہوں یا نعتیہ شاعری اور صوفیانہ کلام، ان سب کی تخلیق واشاعت میں ہندو، مسلمان اور سکھوں کا مساوی حصہ رہا ہے اور یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ بعض میدانوں میں مسلمانوں سے بھی زیادہ ہندوؤں کے اردو زبان پر احسانات ہیں ایسی ہی ایک ہستی کا نام منشی نول کشور ہے جن کی صد سالہ برسی 1995 میں منائی گئی۔

منشی نول کشور 3 جنوری 1836 کو بستولی ضلع علی گڑھ میں پیدا ہوئے، ان کے دادا مغل حکمراں شاہ عالم کے زمانے میں آگرہ کے شاہی خاندان میں سب سے بڑے عہدیدار تھے، اٹھارہ برس کی عمر میں آگرہ کالج سے علومِ مشرقی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ لاہور چلے گئے اور مشہور اردو صحافی منشی ہرسکھ رائے اڈیٹر 'کوہِ نور' کی زیرِ تربیت صحافت، طباعت اور اشاعت کے عملی تجربات حاصل کیے۔ ہندستان کی پہلی جنگِ آزادی کے بعد 1858 میں منشی جی لکھنؤ چلے آئے اور یہاں کے محلّہ رکاب گنج میں ایک چھوٹا سا پریس جس کے مالک اسے بند کرنا چاہتے تھے، حاصل کرکے نول کشور پریس قائم کیا، اس وقت ان کی عمر صرف 22 سال تھی عمر کے ساتھ حوصلے بھی جوان تھے۔ پریس کے قیام کے علاوہ انھوں نے ایک اردو روزنامہ 'اودھ اخبار' کے نام سے اپنی ہی ادارت میں جاری کیا اور پریس کے قیام کے بعد سب سے پہلے فارسی کی درسی کتابیں جو اس زمانے میں پڑھائی جاتی تھیں کی طرف توجہ دی، یہ کتابیں ہندستان کے مختلف مقامات پر قلمی نسخوں کی شکل میں موجود تھیں۔

منشی نول کشور نے علمی، ادبی، تاریخی اور دوسرے علوم کے قلمی نسخوں کو حاصل کرنے کے لیے دور دراز مقامات تک اپنے نمائندوں کو بھیجا، اسی طرح مطبع نول کشور سے شعرا کے دیوان ہی نہیں الگ الگ فنون پر قیمتی کتابیں بھی طبع ہونے لگیں، 'شاہ نامۂ فردوسی'، 'دیوانِ حافظ'، 'گلستانِ سعدی' ان کے پریس سے ایک سے زیادہ بار زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر منظرِ عام پر آئیں۔ اس سے قبل تمام ضروری اور درسی کتب کے قلمی نسخے بڑی دشواری کے بعد اور گراں قیمت پر تیار ہوتے تھے، اکثر اساتذہ اور طلبہ صرف ایک قلمی کتاب سے کام چلانے پر مجبور تھے۔ نول کشور پریس کے اشاعتی کام کے بعد یہ دقت دور ہوگئی۔

منشی نول کشور نے اپنی زندگی میں 1858 سے 1895 کے درمیان 37 برس میں مذہب، تاریخ، ادب، صنعت وحرفت، فلسفہ، حساب، جغرافیہ، سائنس، مصوری اور نجوم ورمل جیسے مختلف فنون پر چار ہزار کتابیں شائع کیں جن میں دنیا کی سب سے ضخیم کتاب 'طلسمِ ہوش ربا' بھی شامل ہے۔ ان کے پریس میں بارہ سو ملازم بیک وقت کام کیا کرتے تھے اور اسے ایشیا کا سب سے بڑا پریس ہونے کا اعزاز حاصل تھا جس کی شاخیں کان پور، پٹیالا، لاہور اور لندن جیسے مقام پر بھی تھیں۔ دنیا میں مشرقی علوم کی شاید ہی کوئی لائبریری ایسی ہو جہاں نول کشور پریس کی مطبوعات موجود نہ ہوں۔

فارسی اور اردو کے سرکردہ عالم منشی نول کشور اپنی ذات میں کسی انجمن سے کم نہ تھے۔ انھوں نے اردو زبان میں مختلف علوم وفنون کی ہزاروں کتابیں شائع کیں اور مشرقی زبانوں کی معروف کتابوں کے اردو میں ترجمے کرواکر انھیں بھی شائع کرایا، منشی جی کے اس دارالترجمہ والتصنیف میں عربی، فارسی، اردو، ہندی، سنسکرت، بنگالی، مراٹھی اور پنجابی زبانوں کے ادیبوں کی بڑی تعداد شامل تھی۔ مذہبی کتابوں کی اشاعت تو منشی جی کا سب سے مرغوب مشغلہ تھا۔ ان کی وسیع القلبی کا یہ حال تھا کہ سبھی مذاہب کی کتابیں نہایت اہتمام سے شائع کرتے اور اس طرح ایک مذہب کے ماننے والوں کو دوسروں سے قریب لانے کے لیے کوشاں رہتے۔ نول کشور پریس میں قرآنِ پاک کی طباعت کا خاص اہتمام تھا، ملازمین جب تک غسل اور وضو نہ کر لیتے مشین کے قریب بھی نہیں جاسکتے تھے۔ طباعت کے بعد چھپائی کے پتھروں کا دھلا ہوا پانی ایک حوض میں جمع کردیا جاتا اور وہاں سے بعد میں گومتی دریا کے وسط میں لے جاکر بہا دیا جاتا، اسی طرح قرآن شریف کی طباعت میں جو صفحات خراب ہوجاتے ان کو چن چن کر محفوظ کرلیا جاتا اور دریا میں بہا دیا جاتا۔

منشی نول کشور نے اپنی زندگی میں 1858 سے 1895 کے درمیان 37 برس میں مذہب، تاریخ، ادب، صنعت وحرفت، فلسفہ، حساب، جغرافیہ، سائنس، مصوری اور نجوم ورمل جیسے مختلف فنون پر چار ہزار کتابیں شائع کیں جن میں دنیا کی سب سے ضخیم کتاب 'طلسمِ ہوش ربا' بھی شامل ہے۔ ان کے پریس میں بارہ سو ملازم بیک وقت کام کیا کرتے تھے اور اسے ایشیا کا سب سے بڑا پریس ہونے کا اعزاز حاصل تھا جس کی شاخیں کان پور، پٹیالا، لاہور اور لندن جیسے مقام پر بھی تھیں۔ دنیا میں مشرقی علوم کی شاید ہی کوئی لائبریری ایسی ہو جہاں نول کشور پریس کی مطبوعات موجود نہ ہوں۔

اردو زبان، ادب، صحافت اور مذہبی لٹریچر کے لیے منشی نول کشور نے جو خدمات انجام دیں، اس کی بنا پر مقتدر عالم سید آغا مہدی کی رائے ہے:

> ''انصاف پسند طبقہ آج یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہے کہ نول کشور کا مسلمانوں پر خصوصی احسان ہے کہ انھوں نے شیعہ وسنی لٹریچر اس وقت چھاپنا شروع کیا، جب عیسائیت اسلام کو کچلنے کا سامان کررہی تھی۔''

حقیقت یہ ہے کہ منشی نول کشور انسان دوست، غریب پرور اور سیکولر مزاج کے انسان تھے، ان کے پریس میں اس وقت کے رواج کے مطابق ہاتھ کی مشینیں استعمال ہوتی تھیں، ایسی سو سے زیادہ مشینوں کے لیے انھوں نے ایک ایک نگراں اور اس کا مددگار مقرر کررکھا تھا، جب بھی کوئی مددگار اپنی مشین پر کام کی مہارت حاصل کرلیتا تو منشی جی اس شرط کے ساتھ اپنی دستی مشین اس کے حوالے کردیتے کہ وہ اسے اپنے گھر پر لگاکر طباعت کرے اور کام ان کے پریس سے حاصل کرلے۔ آمدنی میں آدھی رقم اس کو دے دیتے اور آدھی مشین کی قیمت کے طور پر وضع کرلیتے۔ اس ہمدردانہ رویّے کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ تھوڑے ہی عرصے میں معمولی ہیلپر پریس کے مالک بن گئے اور لکھنؤ میں چھاپہ خانوں کی تعداد بڑھتی گئی، اس کا دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ بہت کم مدت میں ایک عظیم الشان اور قیمتی کتابوں کا ذخیرہ طباعت واشاعت کی منزلوں سے گزر کر علمی دنیا کے سامنے آگیا۔ حالاں کہ منشی جی کی مشینیں پرانے قسم کی معمولی ہینڈ پریس کی مشینیں تھیں، آج کے دور میں جدید ترین تیز رفتار پرنٹنگ مشینوں سے اتنا کام نہیں لیا جاسکتا، جتنا کہ منشی نول کشور نے کیا، جو اُن کی خداداد صلاحیت اور ذہانت کا نتیجہ تھا۔ انھوں نے 1857 کے شروع میں طباعت کے کام کا آغاز کیا تھا، اس وقت ان کی عمر بائیس سال سے زیادہ نہیں تھی اور 59 سال کی عمر میں 1895 میں جب منشی جی نے وفات پائی تو گویا صرف 37 برس کے عرصے میں انھوں نے مختلف زبانوں میں علوم وفنون کا نادرونایاب ذخیرہ دنیا کے سامنے پیش کردیا۔

علومِ مشرقیہ کے اس محسن کی عظیم خدمات کے اعتراف میں برطانوی سرکار نے 1877 میں انھیں ملکہ وکٹوریا کے دربار کے موقعے پر 'قیصرِ ہند' کے اعلا اعزاز سے نوازا اور دربار میں شہزادگان نیز تعلقہ دارانِ اودھ سے ممتاز جگہ دی۔ مرزا غالب نے بھی اپنے خطوط میں ان کا ذکر نہایت تحسین کے ساتھ کیا ہے، نول کشور کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ملتی مگر فارسی اور اردو کی متعدد کتابوں پر ان کے دیباچے اور تقریظیں ضرور موجود ہیں جن سے منشی جی کی تحریر اور علمی ذوق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے ایک بڑے علمی ذخیرے کو زمانے کی دستبرد سے بچاکر کتابوں کی صورت میں لوگوں تک پہنچایا بالخصوص اردو زبان کی اشاعت اور اس کے ادبی سرمایے کی حفاظت میں ان کا احسان ناقابلِ فراموش ہے۔

ڈاکٹر مرضیہ عارف
مکان نمبر 4، اسٹریٹ نمبر 1، ریت گھاٹ روڈ، بھوپال۔462001
Mob: 6267843376

اردو دُنیا

اردو میڈیم کے تمام مضامین کے اساتذہ کی تعیناتی ناگزیر، سوٹا قائدین کی نمائندگی

سنگاریڈی (15 فروری)۔ ریاض احمد خاں (جنرل سکریٹری اسٹیٹ اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن) نے اپنے پریس نوٹ میں بتایا کہ حکومتِ تلنگانہ کے محکمۂ اسکولی تعلیم نے تعلیمی عمل کو مستحکم کرنے کے لیے ایس سی ای آر ٹی میں 28 اساتذہ کی خدمات ڈیپوٹیشن پر حاصل کرنے کے لیے اعلامیہ جاری کیا ہے جس میں اردو زبان کے لیے صرف دو اساتذہ کی گنجائش رکھی ہے جو کہ غیر منصفانہ ہے۔ چوں کہ دیگر مضامین ریاضی، طبیعیات، حیاتیات، سماجی علوم جیسے مضامین کے لیے اردو میڈیم اساتذہ کی خدمات اشد ضروری ہے۔ تلگو میڈیم کی طرح اردو میڈیم کے لیے بھی تمام مضامین کے اساتذہ کی تعیناتی کی جانی چاہیے چناں چہ اعلامیہ میں ترمیم کرتے ہوئے اردو کے تمام مضامین اساتذہ کو شامل کرتے ہوئے ازسرِ نو اعلامیہ جاری کیا جائے۔ اس مسئلے پر اسٹیٹ اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن (سوٹا) کے ریاستی صدر ڈاکٹر عبدالنعیم، ریاض احمد خاں (معتمدِ عمومی) نے محکمۂ تعلیم کے اعلا عہدیداروں سے مطالبہ کیا ہے کہ اردو میڈیم کے ہر مضمون میں کم از کم ایک اردو میڈیم استاد کا تقرر کیا جائے اور اعلامیہ میں اس کو بھی شامل کر کے واضح کیا جائے۔ ریاستِ تلنگانہ میں اردو دوسری سرکاری زبان ہے اور ریاست بھر میں سیکڑوں اردو میڈیم اسکول کام کر رہے ہیں جس میں ہزارہا طلبہ زیرِ تعلیم ہیں۔ ایس سی ای آر ٹی میں اردو میڈیم اساتذہ کے عدمِ تقرر سے اردو اساتذہ اور اردو میڈیم طلبہ کا بہت نقصان ہوگا اور مسابقت کے اس دور میں وہ پیچھے رہ جائیں گے۔ ایسوسی ایشن کے ذمے داران نے پرنسپل سکریٹری محکمۂ تعلیم بی. وینکٹیشم (آئی اے ایس) سے ان کے چیمبر میں ملاقات کرتے ہوئے ایسوسی ایشن کی جانب سے نمائندگی کی کہ اردو میڈیم اساتذہ کے تقرر کو یقینی بنائیں۔ پرنسپل سکریٹری نے اس مطالبے پر ضروری اقدام کرنے کا یقین دلایا۔ (سیاست۔حیدرآباد)

ممتاز اردو شاعر گلزار کو گیان پیٹھ ایوارڈ

نئی دہلی (17 فروری)۔ ممتاز اردو شاعر گلزار اور سنسکرت اسکالر جگت گرو رام بھدر چاریہ کو 58ویں گیان پیٹھ ایوارڈ کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ گیان پیٹھ سلیکشن کمیٹی نے یہ اعلان کیا ہے۔ گلزار کا اصلی نام سمپورن سنگھ کالرا ہے۔ وہ بالی وُڈ کی فلموں پر بھی اپنا نقش رکھتے ہیں اور موجودہ دور کے بہترین اردو شعرا میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ رام بھدر چاریہ چترا کوٹ کے تلسی پیٹھ کے بانی اور سربراہ ہیں۔ وہ ایک ہندو مذہبی رہنما اور ماہرِ تعلیم کے علاوہ 240 سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔ ایک بیان میں گیان پیٹھ سلیکشن کمیٹی نے کہا کہ سال 2023 کے لیے ایوارڈ دو زبانوں کے ممتاز مصنّفین کو دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے جو سنسکرت کے ادیب جگت گرو رام بھدر چاریہ اور ممتاز اردو شاعر گلزار ہیں۔ گلزار کو 2002 میں ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ، 2013 میں دادا صاحب پھالکے ایوارڈ، 2014 میں پدم بھوشن اور کم سے کم پانچ قومی فلمی ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں۔ ان کی بہترین تحریروں میں فلم 'سلم ڈاگ ملینئر' میں ان کا گیت 'جے ہو' شامل ہے جسے 2009 میں آسکر ایوارڈ اور 2010 میں گریمی ایوارڈ حاصل ہوا تھا۔ وہ بعض مشہور فلموں سے بھی وابستہ رہے جن میں 1996 کی 'ماچس'، 2006 کی 'اوم کارا'، 1988 کی 'دل سے' اور 2007 کی 'گرو' شامل ہیں۔ گلزار نے بعض لازوال فلموں کی ہدایت بھی دی ہے جن میں 1972 کی 'اجازت' اور ٹیلی ویژن سیریل 'مرزا غالب' (1988) شامل ہیں۔ ادب میں انھوں نے تین مصرعوں کی ایک صنف ایجاد کی۔ وہ شاعری میں اپنی جدت کے لیے پہچانے جاتے ہیں۔ انھوں نے بچوں کے ادب پر بھی توجہ دی ہے۔ (اعتماد۔حیدرآباد)

جھارکھنڈ میں 26001 اسسٹنٹ پروفیسر کی تقرری کی راہ ہموار

سی ٹی ای ٹی و ایس ٹی ای ٹی کامیاب امیدواروں کو شامل ہونے کی اجازت

رانچی (16 فروری)۔ اسسٹنٹ پروفیسر کی 26,001 اسامیوں پر تقرری کے لیے جھارکھنڈ کے رہنے والے ایسے امیدواروں کو، جنھوں نے سنٹرل ٹیچر ایلیجبلیٹی ٹیسٹ یا پڑوسی ریاستوں سے ٹیچر اہلیت ٹیسٹ پاس کیا ہے، کو امتحان میں شرکت کی اجازت دی گئی ہے، لیکن اس میں ایک شرط رکھی گئی ہے کہ متعلقہ امیدواروں کے لیے تقرری کے تین سال کے اندر اور پہلے دستیاب موقعے پر جھارکھنڈ ٹیچر اہلیت ٹیسٹ (جے ٹیٹ) پاس کرنا لازمی ہوگا۔ جھارکھنڈ اسٹاف سلیکشن کمیشن نے اس سلسلے میں جھارکھنڈ پرائمری اسکول اسسٹنٹ ٹیچر کی تقرری کے امتحان کے اشتہار میں ترمیم کی ہے۔ یہ ترمیم حال ہی میں جھارکھنڈ ہائی کورٹ کے حکم پر تقرری کے قوانین میں تبدیلی کے بعد کی گئی ہے۔ کمیشن نے یہ بھی کہا ہے کہ امیدوار ریاستی سطح کی میرٹ لسٹ کی بنیاد پر اسی مضمون یا سبجیکٹ گروپ میں اسسٹنٹ پروفیسر کے طور پر تقرری کا اہل ہوگا جس مضمون یا مضمون گروپ میں اساتذہ کی اہلیت کا امتحان پاس کیا ہے۔ نظرِ ثانی شدہ قوانین میں پارا اساتذہ کو بڑی راحت دی گئی ہے۔ اب ان کے لیے مختلف پرچوں کے امتحان میں نمبروں کی کوئی شرط نہیں رہے گی۔ درحقیقت تقرری امتحان کے پہلے پرچے میں ثانوی امتحان کے مطابق مادری زبان کے مضمون میں کم از کم 30 فیصد نمبر حاصل کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح چوتھے پرچے میں 33 فیصد نمبر حاصل کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ پارا اساتذہ کے معاملے میں یہ شرط نافذ نہیں ہوگی۔ (راشٹریہ سہارا۔دہلی)

عالمی کتاب میلے کی ورکشاپ میں روزنامہ 'انقلاب' کی شرکت

نیشنل بیورو چیف احمد اللہ صدیقی نے دھلی کے مختلف اسکولوں کے چھٹی سے بارھویں جماعت کے طلبہ کو اخبارات کے بارے میں کئی بنیادی اور اھم معلومات فراھم کیں

نئی دہلی (15 فروری)۔ عالمی کتاب میلے میں بچوں کے اندر تخلیقی سرگرمیوں کو فروغ دینے اور ان میں اخبارات کے تئیں ذوق و شوق پیدا کرنے کی غرض سے نیشنل بک ٹرسٹ آف انڈیا نے اس بار روزنامہ 'انقلاب' کے نیشنل بیورو چیف احمد اللہ صدیقی کو ینگ اڈیٹر کے طور پر مدعو کیا۔ واضح رہے کہ اس عالمی کتاب میلے کا افتتاح مرکزی وزیرِ تعلیم دھرمیندر پردھان نے 10 فروری کو کیا تھا۔ عالمی کتاب میلے کا عنوان اس بار 'کثیر لسانی ہندستان: ایک زندہ روایت' رکھا گیا۔ اسی مناسبت سے چھٹی جماعت سے لے کر بارہویں جماعت کے بچوں میں اخبار بینی کا شوق پیدا کرنے کے لیے ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا۔ دہلی کے مختلف اسکولوں سے بلائے گئے ان بچوں میں کافی جوش و جذبہ تھا۔ ینگ اڈیٹر کے طور پر احمد اللہ صدیقی نے اسکولوں کے ان بچوں کو اخبارات کے بارے میں کئی بنیادی اور اہم معلومات فراہم کیں۔ ان بچوں کو رپورٹ تیار کرنے کے چند بنیادی اصول بھی بتائے گئے۔ انھیں صفحۂ اول کی اہمیت، ادارتی صفحہ، کالم و مضامین کے بارے میں بھی بتایا گیا۔ بچوں کو یہ بھی بتایا گیا کہ اگر انھوں نے اپنے اندر اخبار بینی کا شوق پیدا کیا تو اس سے نہ صرف ان کی عام معلومات بہتر ہوں گی بلکہ ان کا پرسنالٹی ڈیولپمنٹ بھی ہوگا۔ وہ اپنے آس پاس کے واقعات، ملک اور دنیا میں رونما ہونے والی چیزوں کے بارے میں بھی جان سکیں گے۔ اسی طرح انھیں اخبارات سے سیاسی اور سماجی سرگرمیوں کی معلومات کے علاوہ کھیل کود وغیرہ کا بھی پتا چلے گا۔

بچوں کو یہ بھی بتایا گیا کہ جیسے مشہور قلم کاروں کی کتابیں لوگ شوق سے پڑھتے ہیں، اسی طرح سے اخبارات میں اچھے قلم کاروں کے مضامین بھی شوق سے قارئین پڑھتے ہیں کیوں کہ اس کے ذریعے انھیں ملک یا عالمی حالات پر ایک تجزیہ اور نقطۂ نظر ملتا ہے۔ اس کے بعد بچوں کو ایک چھوٹی سی رپورٹ تیار کرنے کے لیے بھی کہا گیا۔ کتاب میلے کے بال منڈپ میں بڑی تعداد میں طلبہ اپنے والدین اور اساتذہ کے ساتھ دہلی کے مختلف اسکولوں سے آئے تھے۔ ان میں اردو، ہندی اور انگریزی تینوں زبانوں کے بچے تھے، ان بچوں کی رپورٹ کا جائزہ لینے کے بعد نیشنل بک ٹرسٹ کے ذریعے سب سے اچھی رپورٹ تیار کرنے والے بچے کی رپورٹ مختلف اخبارات میں شائع ہونے کے لیے بھی بھیجی جائے گی۔ خیال رہے کہ عالمی کتاب میلے میں ہال نمبر 3 کو بچوں کے لیے خاص طور پر تیار کیا گیا ہے جس میں بچوں سے متعلق ہر مضمون کی کتابیں، اسٹیشنری، آرٹس و کرافٹس وغیرہ دستیاب ہیں۔ بال منڈپ میں بچوں کے لیے مختلف تخلیقی سرگرمیوں کے انتظامات کیے گئے ہیں۔ ورکشاپ میں شامل ہونے والے بچوں میں اردو کے طلبہ کی تعداد کم تھی، تاہم منتظمین کے سامنے یہ پیشگی شرط رکھی گئی تھی کہ اگر اردو لکھنے پڑھنے والے بچوں کو نہیں بلایا گیا تو روزنامہ 'انقلاب' اس میں شامل نہیں ہوگا۔ اس کے بعد منتظمین نے اردو میڈیم کے بچوں کو بھی اس میں شامل کرنے کے لیے تگ و دو کی۔ (انقلاب۔دہلی)

اقلیتی اقامتی اسکولوں کی عمارتوں کے لیے بجٹ کی فراہمی

حیدرآباد (14 فروری)۔ ریاستی وزیر آئی ٹی و امورِ مقنّنہ ڈی سریدھر بابو نے تلنگانہ قانون ساز اسمبلی میں وضاحت کی کہ حکومت اقلیتی اقامتی اسکولوں کی عمارتوں کی تعمیر کے لیے بھی بجٹ فراہم کرے گی۔ جناب اکبرالدین اویسی (قائد مجلس مقنّنہ پارٹی) کی جانب سے یہ شکایت کرنے پر کہ حکومت نے ایس سی، ایس ٹی اور بی سی اقامتی اسکولوں کی تعمیر کے لیے بجٹ مختص کیا ہے، مگر اقلیتوں کو کیوں نظرانداز کیا گیا؟ اس پر سریدھر بابو نے بتایا کہ حکومت اقلیتی اسکولوں کی عمارتوں کی تعمیر کے لیے بھی فنڈ فراہم کرے گی۔ بجٹ کی تقریر میں غلطی سے اس کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے۔ انھوں نے جناب اکبرالدین اویسی کی اس تجویز کو فوری قبول کیا کہ اسکالرشپ کے بقایاجات کی وجہ سے ایس سی، ایس ٹی، بی سی اور مائنارٹی طلبہ کو جو کالج انتظامیہ سرٹیفکٹس نہیں دے رہے ہیں انھیں حکومت تحریری احکام روانہ کرے۔ سریدھر بابو نے بتایا کہ آج ہی وہ محکمۂ تعلیم کے ذریعے تمام تعلیمی اداروں کے ذمے داروں کو تحریری احکام روانہ کریں گے اور ان پر زور دیا جائے گا کہ سرٹیفکٹس روکے نہ جائیں اور امیدواروں کو سرٹیفکٹس فوری جاری کیے جائیں۔

(اعتماد۔حیدرآباد)

◆◆◆

مضمون ٹیچر کے لیے دیگر میڈیم کے اساتذہ کو مضامین کی ترجیحات دی جارہی ہیں مگر اردو میڈیم کے ساتھ ایسا نہیں ہے

اکولہ (10 فروری)۔ تقریباً پانچ سال بعد پوتر پورٹل کے ذریعے پرائمری اساتذہ کی بھرتی کا عمل شروع کیا گیا ہے۔ ریاست میں مختلف میڈیم کے تقریباً ساٹھ ہزار پرائمری اساتذہ کی اسامیاں خالی ہونے کی وجہ سے مقامی خود مختار اداروں (ضلع پریشد، میونسپل کونسل اور مہانگر پالیکا) کے اسکولوں میں طلبہ کا تعلیمی نقصان ہورہا ہے۔ مہاراشٹر راجیہ اردو شکشک سنگٹھن اور ریاست کی دیگر کئی اساتذہ تنظیموں کے مطالبے پر اسکولی تعلیم کے وزیر جناب دیپک وسنت راؤ کیسرکر کی کوششوں سے یہ اہم مسئلہ پانچ سے دس دنوں میں حل ہونے کے امکان ہیں۔ پرائمری ٹیچرز کے عہدوں کے لیے بے روزگار اور اہل امیدواروں کو انتظار کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔ بے روزگار امیدواروں کو روزگار اور اسکولی طلبہ کو اساتذہ دستیاب ہوں گے۔ مہاراشٹر راجیہ اردو شکشک سنگٹھن نے حکومت کے اس فیصلے کا خیر مقدم کیا ہے۔ موجودہ پوتر پورٹل نظام میں بعض تکنیکی مسائل کی وجہ سے اردو، مراٹھی اور انگریزی میڈیم کے اساتذہ اور طلبہ کے نقصان کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پوتر پورٹل (گریجویٹ ٹیچر) میں مضمون ٹیچر کے لیے دیگر میڈیم میں مضامین کی ترجیحات (Prefference) دی جارہی ہیں جب کہ اردو میڈیم کے امیدواروں کو مراٹھی میڈیم کی طرح ترجیحات نہیں حاصل ہورہی ہیں۔ اردو میڈیم کے اساتذہ کے لیے پورٹل میں میڈیم اردو کا ہونا لازمی ہے تاکہ اردو اسکولوں میں اردو میڈیم سے تعلیم حاصل کرنے والے اساتذہ کی ہی تقرری ہو، اگر یہ نہیں ہوا تو تمام میڈیم کے طلبہ مادری زبان میں تعلیم حاصل نہیں کرسکیں گے۔ اردو اسکولوں میں بھی صرف جماعتِ ششم تا ہشتم کے لیے ایک زبان کے سبجیکٹ ٹیچر کو تمام مضامین انگریزی، ہندی اور مراٹھی پڑھانے ہوں گے، اگر اردو اسکول میں مراٹھی یا انگلش میڈیم کے اساتذہ کو بطورِ سبجیکٹ ٹیچر مقرر کیا جائے تو اردو کا مضمون کون پڑھائے گا؟ اس طرح یہ ایک بڑا مسئلہ پیدا ہونے کا امکان ظاہر کیا جارہا ہے، اس لیے پوتر پورٹل نظام میں اصلاح کی اشد ضرورت ہے۔ مہاراشٹر راجیہ اردو شکشک سنگٹھن کے صدر ایم اے غفار نے حکومتِ مہاراشٹر سے مطالبہ کیا کہ امیدوار کا تعلق جس میڈیم سے ہے، اس لحاظ سے امیدوار کو ترجیح دینا چاہیے۔ مذکورہ بالا تمام پہلوؤں پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ پوتر پورٹل نظام پر نظرِ ثانی کرنے کے لیے کمشنر آف ایجوکیشن، مہاراشٹر اسٹیٹ، پونے کے نام احکام جاری کرنے کا مطالبہ مہاراشٹر راجیہ اردو شکشک سنگٹھن کے ریاستی صدر ایم اے غفار نے وزیرِ تعلیم محترم دیپک وسنت راؤ کیسرکر نیز تعلیمی چیف سکریٹری سے کیا ہے تاکہ دونوں میڈیم کے طلبہ کا مستقل میں ہونے والے تعلیمی نقصان کو روکا جاسکے۔ (اردو ٹائمز۔ ممبئی)

ہند-ایران دوستی میں فنِ خطاطی کا اہم کردار: عامر علی خاں

سالار جنگ میوزیم میں قونصل خانہ جمہوری ایران حیدرآباد اور روزنامہ 'سیاست' کی **خطاطی نمائش** کا افتتاح

حیدرآباد (12 فروری)۔ حیدرآباد دکن اور ایران مشترکہ اسلامی وثقافتی ورثے کی نمائندگی کرتے ہیں اور جہاں تک ہند-ایران تعلقات ودوستی کا سوال ہے، یہ صدیوں پرانی ہے اور دونوں اقوام کا شمار دنیا کی ذہین وفطین اقوام میں ہوتا ہے اور بات جب فنِ خطاطی خاص طور پر اسلامی خطاطی کی ہوتی ہے تو بلا جھجک یہ کہا جاسکتا ہے کہ فنِ خطاطی کے فروغ میں ہندستانی اور ایرانی خطاط کا اہم کردار رہا ہے اور آج بھی ہندستانی اور ایرانی خطاط وخوشنویس اس فن کی خدمت میں مصروف ہیں۔ اگر ہم خطاطی کو اسلامی ملکوں بالخصوص ...(بقیہ صفحہ 7 پر)

فاروق انصاری اردو جرنلسٹ ایسوسی ایشن کے کارگزار صدر نامزد

تنظیم کو صحافیوں کے اہم مسائل پر اربابِ اقتدار سے رجوع ہونے کی تجویز

ممبئی (17 فروری)۔ اردو جرنلسٹ ایسوسی ایشن مہاراشٹر کے نئے کارگزار صدر روزنامہ 'اردو ٹائمز' کے مدیر فاروق انصاری ہوں گے۔ یہ فیصلہ متفقہ طور پر تنظیم کو مزید فعال اور سرگرم بنانے کے لیے طلب کی گئی میٹنگ میں کیا گیا جو کہ جنوبی ممبئی میں روزنامہ 'ہندوستان' کے دفتر میں ہوئی اور کئی معاملات پر گفتگو کرتے ہوئے فیصلہ کیا گیا کہ صحافیوں کو درپیش مسائل سے اربابِ اقتدار کو مطلع کرنے کی غرض سے جلد ملاقاتیں کی جائیں اور نئی کمیٹی کی تشکیل کے لیے موجودہ کمیٹی کے ارکان نے رضاکارانہ طور پر استعفیٰ دینے کا فیصلہ لیا ہے۔ دراصل موجودہ صدر خلیل زاہد شدید علیل ہیں۔ واضح رہے کہ حال ہی میں انجمنِ اسلام کے صدر ڈاکٹر ظہیر قاضی کو پدم شری ایوارڈ سے نوازا گیا، اس موقعے پر اردو جرنلسٹ ایسوسی ایشن (یو جے اے) کے عہدیداران نے انھیں انجمنِ اسلام میں مبارک باد پیش کی، اس کے بعد عہدیداران کی بھی ایک الگ سے میٹنگ ہوئی، میٹنگ میں مستقبل میں ایسوسی ایشن کی تشکیلِ نو اور مزید سرگرمیوں کی غرض سے تبادلۂ خیال کیا گیا اور جلد سے جلد میٹنگ طلب کرنے پر اتفاق کیا گیا تھا اور آج روزنامہ 'ہندوستان' میں ورکنگ کمیٹی کی ایک میٹنگ طلب کی گئی جس میں ایسوسی ایشن کی تشکیلِ نو اور دیگر امور پر غور وخوض کرنے کے ساتھ اراکین نے کئی تجاویز پیش کیں اور سینئر صحافی اور روزنامہ 'اردو ٹائمز' کے اڈیٹر فاروق انصاری کو کارگزار صدر بنائے جانے کا متفقہ فیصلہ کیا گیا۔ میٹنگ میں 'ہندوستان' کے مدیر سرفراز آرزو، 'گل بوٹے' کے اڈیٹر فاروق سیّد، 'صحافت' کے مدیر ہارون افروز، 'ہدیٰ ٹائمز' کے مدیر مستقیم مکی، 'ترچھی نظر' کے مدیر مشرف شمسی، سینئر صحافی یونس صدیقی، خاتون صحافی سعدیہ مرچنٹ، شکیل انصاری اور دیگر نے شرکت کی۔ اس موقعے پر شمسی نے کہا کہ وزارت میں ڈائرکٹوریٹ آف انفارمیشن اور پبلسٹی میں اردو آفیسر کا تقرر اور مہاراشٹر اور خصوصی طور پر ممبئی کے اردو اخبارات کے صحافیوں کو درپیش مسائل اور دیگر امور پر وزیرِ اعلا ایکناتھ شنڈے سے بھی ملاقات کی جائے اور اردو اور اقلیتوں سے وابستہ سرکاری اداروں کی صورتِ حال کو ان کے روبرو پیش کیا جائے۔ مزید پیش رفت کے لیے آئندہ مہینے کے پہلے ہفتے میں ایک اور میٹنگ طلب کی گئی ہے۔

(اردو ٹائمز۔ ممبئی)

انجمن ترقی اردو (دہلی شاخ) اور غالب انسٹی ٹیوٹ کے زیرِ اہتمام 'یومِ غالب' کا انعقاد

نئی دہلی (پریس ریلیز، 15 فروری)۔ انجمن ترقی اردو (دہلی شاخ) اور غالب انسٹی ٹیوٹ کے زیرِ اہتمام غالب کے یومِ وفات پر 'یومِ غالب' کا انعقاد کیا گیا۔ دونوں اداروں کے ذمے داران نے مزارِ غالب پر حاضری دے کر فاتحہ خوانی وگل پوشی کی۔ دوپہر تین بجے ایوانِ غالب میں مذاکرے، بزمِ موسیقی اور مشاعرے کا اہتمام کیا گیا۔ مذاکرے کی صدارت کرتے ہوئے انجمن ترقی اردو (دہلی شاخ) کے صدر جناب اقبال مسعود فاروقی نے کہا کہ غالب صدی کے موقعے پر غالب کو بھرپور خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ اس موقعے پر غالب سے متعلق نہایت معیاری لٹریچر شائع ہوا لیکن اپنی تمام خوبیوں کے باوجود اس میں کچھ غلطیاں بھی در آئی ہیں۔ ہمارے علمی اداروں کا فریضہ ہے کہ ان غلطیوں کی نشان دہی کرکے خواہ وہ ضمیمے کی شکل میں ہوں متن کے ساتھ شائع کریں۔ انجمن ترقی اردو (دہلی شاخ) کے جنرل سکریٹری جناب خورشید عالم نے کہا کہ غالب کی شاعری ہو یا نثر اس نے اردو کو جدید اسلوب سے متعارف کرایا ہے۔ وہ صرف اردو ہی نہیں عالمی ادب میں ہندستان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ غالب انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر ڈاکٹر ادریس احمد نے کہا انجمن ترقی اردو (دہلی شاخ) نے ہمیشہ یومِ غالب کو بڑے اہتمام سے منایا ہے میں خود 35 سال سے اس پروگرام کا حصہ رہا ہوں۔ اس دن سے میری بہت عزیز یادیں وابستہ ہیں۔ انجمن ترقی اردو (دہلی شاخ) کی رکن ہاجرہ منظور صاحبہ نے اظہارِ تشکر کرتے ہوئے کہا کہ غالب کو یاد رکھنا دراصل اپنی تہذیبی وراثت کو یاد رکھنا ہے۔ میں تمام شرکا کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ کی شرکت سے آج کا پروگرام کامیاب ہوا۔ مذاکرے کے بعد طرحی مشاعرے کا اہتمام ہوا جس کی صدارت جناب دلدار دہلوی نے فرمائی اور نظامت کے فرائض جناب محمد انس فیضی نے انجام دیے۔ مشاعرے میں جن شعرا نے شرکت کی ان کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں: جناب فنا فٹ، جناب شاہد انجم، جناب ابوالفیض، جناب واحد نظیر، ڈاکٹر امتیاز احمد، محترمہ گایتری مہتا۔ مشاعرے کے بعد شامِ غزل کا اہتمام کیا گیا جس کے روحِ رواں جناب اکرام مرزا تھے۔ جناب پنڈت دلیپ پریہار، محترمہ جیوتی زبو اور جناب محمد عامر خان نے اپنے مخصوص انداز میں غالب کی غزلوں کو پیش کیا۔ سرود وادن جناب پنڈت پربھات کمار کا تھا۔

اردو ایک زبان نہیں، تہذیب ہے، اس کو شایانِ شان مرتبہ دیا جائے گا: اروندر سنگھ لولی

صائم ایجوکیشنل ٹرسٹ کے آل انڈیا مشاعرہ اور تقسیمِ ایوارڈ پروگرام کے انعقاد میں اظہارِ خیال

نئی دہلی (پریس ریلیز، 18 فروری)۔ صائم ایجوکیشنل ٹرسٹ کی جانب سے دہلی اردو اکادمی کے تعاون سے غالب اکیڈمی، بستی حضرت نظام الدین، نئی دہلی میں ایک آل انڈیا مشاعرہ اور تقریبِ تقسیمِ ایوارڈ کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کی ابتدا میں ٹرسٹ کے صدر محمد سلیم دہلوی اور منیر انجم نے ٹرسٹ کا تفصیلی تعارف کرایا اور اس کے اغراض ومقاصد بیان کیے۔ سب سے پہلے جناب اروندر سنگھ لولی صاحب (صدر، دہلی پردیش کانگریس کمیٹی) نے اپنے دستِ مبارک سے فصیل بند شہر کی تیرہ سالہ یُمنہ گلویز جس نے ڈیڑھ ماہ کی مدت میں 53 مسودے تیار کرکے عالمی ریکارڈ بنایا تھا، اس کارنامے کے ذریعے انھوں نے انکزائیڈ بک آف ریکارڈ 2021 میں جو کامیابی حاصل کی ہے اس کے لیے انھیں اعزاز سے نوازتے ہوئے ایک شیلڈ، سند، سپاس نامہ اور 5100 روپے نقد ٹرسٹ کی جانب سے پیش کیے۔ اپنی تقریر میں اروندر سنگھ لولی نے جہاں صائم ایجوکیشنل ٹرسٹ کے اپنے قیام کے 20 سال مکمل ہونے پر مبارکباد پیش کی، وہیں یُمنہ گلویز کو ان کی شاندار کامیابی کے لیے مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ یُمنہ گلویز پر نہ صرف تمام دہلی والوں کو فخر محسوس ہونا چاہیے بلکہ وہ تمام مسلم نوجوان بچیوں کے لیے ایک مثال ہیں۔ اروندر سنگھ لولی نے یہ بھی یقین دہانی کرائی کہ کانگریس اپنے انتخابی منشور میں اردو کے مسائل کو شامل کرے گی جس کو موجودہ حکومت نے بالکل نظر انداز کررکھا ہے۔ پروگرام میں بطور مہمانِ ذی وقار شامل ہوئے جناب باصر اقبال صاحب (سکریٹری، ہیلپ اَدرس فاؤنڈیشن) نے بھی یُمنہ گلویز کو ان کی شاندار کامیابی کے لیے 5100 روپے نقد دے کر ان کی حوصلہ افزائی کی۔ مشاعرے کا افتتاح ...(بقیہ صفحہ 7 پر)

نئی کتابیں

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب	:	**اسٹیپنی** (افسانے)
افسانہ نگار	:	جاوید عنبر مصباحی
ضخامت	:	144 صفحات
قیمت	:	100 روپے
ناشر	:	الکتاب اکیڈمی، کسیّا پٹّی، سیتامڑھی، بہار-883314
تبصرہ نگار	:	ڈاکٹر ابراہیم افسر

E-mail: ibraheem.siwal@gmail.com

زیرِ نظر کتاب 'اسٹیپنی' (افسانے) دہلی یونی ورسٹی کے شعبۂ اُردو کے ریسرچ اسکالر جاوید عنبر مصباحی کا پہلا افسانوی مجموعہ ہے۔اس سے قبل ان کی کتاب ''گلہاے اُردو' کو ناقدین اور قارئین نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ یہ کتاب دہلی اور لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔'اسٹیپنی' مجموعے کے پیش لفظ میں موصوف نے اس بات کی جانب اشارہ کیا ہے کہ لاک ڈاؤن کی قیدِ تنہائی نے انھیں افسانے لکھنے کی جانب متوجہ کیا۔بقولِ جاوید عنبر مصباحی انھوں نے کتاب میں شامل زیادہ تر افسانے ایک ہی نشست میں لکھے ہیں۔بعض افسانے کئی نشستوں کے بعد تخلیق کیے گئے۔'اسٹیپنی' میں شامل افسانوں کے مطالعے سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے آس پاس کے ماحول میں رونما ہونے والے واقعات سے اپنے افسانوں کے پلاٹ کی فضا ہموار کی ہے۔موصوف صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں اور عالمِ دین بھی، اس لیے ان کے زیادہ تر افسانوں میں اسلامی فکر اور معاشرے کی اصلاح کا جذبہ غالب ہے۔

جاوید عنبر مصباحی نے 'اسٹیپنی' میں درج ذیل 17 افسانے شامل کیے ہیں: بھکاری، آہِ سحر گاہی، اسٹیپنی، بمبئ ٹیلر، جس کی لاٹھی اُس کی بھینس، تماشا، چوری، ٹائم مشین، اقبال پر مقدمہ، زمیٹے پیتھر، دھاگا، قدرت کا انصاف، ووٹ پہ چوٹ، عید کی خوشی، انشورنس، جانور اور دعا سے پہلے۔انھوں نے اپنے افسانوں میں اخلاقی پہلوؤں پر زیادہ زور دیا ہے۔نفسیاتی تجسّس، مساوات، ہمدردی اور خدمتِ خلق پر جاوید عنبر مصباحی نے خاص توجہ مرکوز کی ہے۔افسانہ 'بھکاری' میں موصوف نے ایک ایسے لاچار و مجبور باپ کی کہانی بیان کی جس کا اکلوتا بیٹا گاؤں سے روپے کمانے شہر چلا گیا ہے۔جس نے عرصۂ دراز سے اپنے بوڑھے والدین کی کوئی خبر گیری بھی نہیں کی۔ بوڑھا باپ جب اپنی بیٹی کی شادی کے لیے شہر اور قریے کی مساجد میں جا کر چندہ اکٹھا کر رہا تھا تو اس کی جھولی میں پچاس کا نوٹ ڈالنے والا اس کا اکلوتا بیٹا دلارے تھا۔اس منظر کو دیکھ کر بوڑھا باپ بے ہوش ہو گیا۔

جاوید عنبر مصباحی نے افسانہ 'آہِ سحر گاہی' میں مساجد کے موذنوں کی قلیل تنخواہوں اور ان کے بڑھتے اخراجات کے علاوہ نیکی اور ہمدردی کے پہلو پر خاص توجہ مرکوز کی ہے۔اس افسانے میں ہندو مسلم اتحاد پر بھی تبادلۂ خیال کیا گیا ہے۔افسانہ 'اسٹیپنی' ایک علامتی افسانہ ہے۔ اس افسانے میں جنگل کے سردار ہاتھی اور اس کے وزیر بھیڑیے کو علامت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔افسانہ نگار نے ایک بلّی کے غائب ہونے کے واقعے کو افسانے کا قالب پہنا کر معاشرے سے سوال جواب کیے ہیں۔بھیڑیے کو جنگل میں جب بلّی نہیں ملتی ہے تو ایک دوسری بلّی کا انتظام کر کے اسے سردار کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے۔

افسانہ 'بمبئ ٹیلر' خاصا دل چسپ افسانہ ہے۔اس افسانے میں ایک ایسے درزی کی کہانی بیان کی گئی ہے جس کی کئی پشتوں میں درزی کا کام ہوتا چلا آ رہا تھا۔بمبئ ٹیلر اپنے آبا و اجداد کی طرح جھوٹ نہیں بولتا تھا، وہ وعدے کا پکا تھا۔عید کے دوران کپڑوں کی سِلائی اور گاہکوں سے لین دین کے چکّر میں اکثر اس کا دوگانہ چھوٹ جاتا تھا۔اس لیے اس نے اپنی اولاد کو تاکید کی کہ سب کچھ بن جانا لیکن درزی مت بننا۔افسانہ 'جس کی لاٹھی اس کی بھینس' میں کمزور اور طاقت ور کی کہانی کو بیان کیا گیا ہے۔افسانہ 'تماشا' میں انصاف اور عدلیہ اور پولیس کی تثلیث پر گہری چوٹ کی گئی ہے۔افسانہ 'چوری' میں قبائل میں سرداری کا عہدہ حاصل کرنے کی دل چسپ روداد کو پیش کیا گیا ہے۔

افسانہ 'ٹائم مشین' میں بھولے بھالے اور معصوم کملیش اور راکیش کو سازشاً پولیس کے ذریعے دہشت گرد بنانے کی تفصیل ہے۔افسانے کے آخر میں جب کملیش اور راکیش کو عدالت باعزت بری کرتی ہے تو ان کے والد آلوک جج صاحب سے کہتے ہیں کہ کیا وہ ان کے بیٹوں کو ٹائم مشین میں بٹھا کر ان کی جوانی واپس کر سکتے ہیں؟ افسانہ 'اقبال پر مقدمہ' میں جاوید عنبر مصباحی نے فرقہ پرست ذہنیت پر چوٹ کی ہے۔اس افسانے میں ایک فریادی محمد اقبال پر اس لیے مقدمہ درج کراتا ہے کہ اس کی شاعری کو پڑھ کر اس کا بیٹا خود اعتمادی اور عرفانِ ذات سے آشنا ہو گیا ہے۔اس فریادی کو اس بات سے کوئی لینا دینا نہیں کہ اس عظیم شاعر نے 'سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا' جیسا مشہور ترانہ بھی لکھا۔'افسانہ زمیٹے پیتھر' میں ایک ایسی عورت کی کہانی پیش کی گئی ہے جو امریکی صدر کے انتخابات میں فتح کے قریب پہنچ کر بھی ہار گئی۔دراصل اس کا ماضی ہندستان میں دفن تھا اور مستقبل امریکہ کے روشن خیال عوام کے ہاتھوں میں محفوظ تھا۔لیکن چالاک سیاست دانوں نے اپنی شکست نزدیک دیکھ کر زمیٹے پیتھر کے ماضی کو طشت از بام کیا، جس کی وجہ سے زمیٹے الیکشن میں جیتی ہوئی بازی ہار گئی۔اس افسانے میں جاوید عنبر مصباحی نے ایسے لوگوں کو تنقید کا نشانہ بنایا جو اپنے مفاد کے لیے کسی کی شخصیت اور کردار کو مجروح کر دیتے ہیں۔

افسانہ 'دھاگا' میں اسلامی شعائر کو کبھی مساجد میں، کبھی خانقاہوں میں، کبھی غربا کے گھروں میں تلاش کیا گیا لیکن سچا اسلام کہیں نہیں ملا جس سے بے چین روحوں کو سکون حاصل ہو سکے۔افسانہ 'ووٹ پہ چوٹ' ایک استعاراتی افسانہ ہے۔اس افسانے میں سیاسی داؤ پیچ اور امیدواروں کے وعدوں اور وعیدوں پر کہانی کا تانا بانا بُنا گیا ہے۔افسانے کا اختتامیہ تجسّس آمیز ہے۔'عید کی خوشی' ایک روایتی افسانہ ہے۔'انشورنس' میں بائک چوری کے معاوضے کی شکل میں انشورنس کی رقم کی حصول یابی کی روداد ہے۔ افسانہ 'جانور' میں ریل میں بغیر ٹکٹ سفر کرنے والے مسافروں اور ٹی ٹی کے مکالموں کا دل چسپ بیانیہ ہے۔افسانہ 'دعا سے پہلے' دل سے لکھا گیا افسانہ ہے۔اس افسانے میں احتشام اور قیوم کے چونکانے والے مکالمے ہیں۔ جمعہ کی نماز کے بعد دعا سے پہلے بہت سے حاجت زدہ افراد نمازیوں کو اپنی حاجت بتا کر چندہ حاصل کرتے ہیں۔مسجد انتظامیہ بھی اسی دوران چندہ جمع کرتی ہے۔کچھ خاص لوگ امام صاحب سے اپنے لیے خصوصی دعا کے اہتمام کے لیے کہتے ہیں۔امام صاحب لوگوں کی حاجتوں کی روداد سُن کر اتنے غم گین ہو جاتے ہیں کہ انھوں نے لوگوں کی مخصوص دعاؤں کا اہتمام نہیں کیا۔اسی بات سے ناراض ہو کر مسجد کمیٹی نے ان سے کم تنخواہ پر دوسرے امام کا انتظام کر لیا۔

ان کے افسانوں کی زبان سادہ، سلیس اور بیان میں روانی ہے۔ کہانی میں کرداروں کے مکالمے چھوٹے اور معنی خیز ہیں۔بعض افسانوں میں غیر ضروری اشعار کی بھرتی کی گئی ہے۔اس کے باوجود ان کے افسانوں میں معاشرے کی اصلاح کے لیے مثبت پیغام پنہاں ہے۔کتاب کی پشت پر معروف فکشن نگار پروفیسر خالد جاوید کی رائے کو درج کی گئی ہے جس میں انھوں نے جاوید عنبر کی افسانہ نگاری پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھا کہ ''اس مجموعے کے بعض افسانے اتنی پختگی کے حامل ہیں کہ یقین نہیں ہوتا کہ ان کا لکھنے والا افسانہ نگاری کے میدان میں پوری طرح نو وارد ہے۔'' کتاب کا سرورق بہت ہی دیدہ زیب اور قیمت بھی مناسب ہے۔آخر میں جاوید عنبر مصباحی کو ان کے پہلے افسانوی مجموعے کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ اپنا افسانوی سفر یوں ہی جاری و ساری رکھیں گے۔

◆◆◆

انجمن ترقی اردو (ہند) کی چند مطبوعات

میر کی خود نوشت سوانح (نثار احمد فاروقی)	مترجم: صدف فاطمہ	400/-
ریت سمادھی (اردو ترجمہ)	گیتانجی شری	600/-
کلّیاتِ خطباتِ شبلی	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	400/-
آزادی کے بعد کی غزل کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر بشیر بدر	500/-
اداریے (مشفق خواجہ)	محمد صابر	500/-
انور عظیم کی ادبی کائنات	فیضان الحق	700/-
بچوں کا گلدستہ (پانچ جلدیں)	غلام حیدر	2400/-
تحقیق و توازن	ڈاکٹر نریش	250/-
تحقیقی مباحث	رؤف پاریکھ	300/-
حکمِ سفر دیا تھا کیوں	شانتی ویر کول	200/-
عہدِ وسطیٰ کی ہندستانی تاریخ کے چند اہم پہلو	اقتدار عالم خاں	350/-
قدرت کا بدلا (موسم کا بدلاؤ)	سیّد ضیاء حیدر	600/-
کتابیاتِ حالی	ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد	300/-
یہ تو عشق کا ہے معاملہ	ڈاکٹر ہلال فرید	300/-
جب دیوں کے سر اُٹھے	ڈاکٹر ہلال فرید	360/-
سیر المنازل (مرزا سنگین بیگ)	شریف حسین قاسمی	600/-
محرابِ تمنا	فطرت انصاری	200/-
مکتوباتِ مولوی عبدالحق بنام مشاہیر...	میر حسین علی امام، یاسمین سلطانہ فاروقی	700/-
لفظ (کلیاتِ زہرا نگاہ)	زہرا نگاہ	500/-
In This Live Desolation (Autobiography of Akhtarul Iman)	ترجمہ: بیدار بخت	500/-
سخنِ افتخار (کلیاتِ افتخار عارف)	افتخار عارف	1500/-
گواہی (شاعری)	گوہر رضا	500/-
میری زمین کی دھوپ (ہندی)	ونود کمار ترپاٹھی بشر	400/-
کھُلا دروازہ	ڈاکٹر نریش	250/-
ٹیپو سلطان کا خواب (گریش کرناڈ)	محبوب الرحمان فاروقی	300/-
اپنی دنیا آپ پیدا کر	غلام حیدر	900/-
وقائعِ بابر	ظہیر الدین محمد بابر	1000/-
In This Poem Explanateions of Many Modern Urdu Poem (میرا جی)	بیدار بخت	600/-
میری زمین کی دھوپ	ونود کمار ترپاٹھی بشر	600/-
اُردو شاعرات اور نسائی شعور	ڈاکٹر فاطمہ حسن	330/-
مجھے اک بات کہنی ہے	شاہد کمال	400/-
انتخابِ غالب	امتیاز علی عرشی	600/-
باغِ گلِ سرخ	افتخار عارف	300/-
رفتگاں کا سراغ	سرور الہدیٰ	450/-
کلّیاتِ مصطفیٰ زیدی	سرور الہدیٰ	900/-
اے زمینِ وطن اور دیگر مضامین	ڈاکٹر نریش	225/-
ارمغانِ علی گڑھ	پروفیسر خلیق احمد نظامی	400/-
تاریخ و آثارِ دہلی	معین الدین عقیل	100/-
مجموعۂ سلام مچھلی شہری	بیدار بخت	700/-
کستوری کُنڈل بسے	ڈاکٹر نریش	250/-
اپنی لاڈلی ڈینش بچّی کے نام گاندھی جی کے محبت نامے	نصر ملک	250/-
سرمایۂ کلام	منیب الرحمان	500/-
مٹی کا قرض	ڈاکٹر نریش	300/-

بقیہ: اشاریہ 'ہماری زبان' 2022-23
(صفحہ 8 سے آگے)

ابواللیث جاوید	۲۲؍مئی ۲۰۲۳ء	۲۲ تا ۲۸ جون ۲۰۲۳ء
سیّد رضی حیدر	۲۰؍جولائی ۲۰۲۳ء	یکم تا ۷؍اگست ۲۰۲۳ء
عبدالحئی انصاری	۱۵؍جولائی ۲۰۲۳ء	// // //
ظہیرالدین علی خاں	۷؍اگست ۲۰۲۳ء	۱۵ تا ۲۱؍اگست ۲۰۲۳ء
سیّد نظام علی رضوی	۷؍اگست ۲۰۲۳ء	// // //
پروفیسر الطاف احمد اعظمی	۱۲؍اگست ۲۰۲۳ء	۲۲ تا ۲۸؍اگست ۲۰۲۳ء
بختیار احمد	۱۶؍جولائی ۲۰۲۳ء	// // //
شہباز حسین	۲۶؍اگست ۲۰۲۳ء	۸ تا ۱۴؍ستمبر ۲۰۲۳ء
ارتضیٰ نشاط	۲۲؍اگست ۲۰۲۳ء	// // //
ڈاکٹر مولانا محی الدین امام الدین فاروقی	۱۲؍اگست ۲۰۲۳ء	// // //
نسیم عارفی	۱۹؍اگست ۲۰۲۳ء	۱۵ تا ۲۱؍ستمبر ۲۰۲۳ء
عبدالرحمٰن صدیقی	یکم ستمبر ۲۰۲۳ء	// // //
حسیب سوز بدایونی	۶؍ستمبر ۲۰۲۳ء	۲۲ تا ۲۸؍ستمبر ۲۰۲۳ء
سیّد بدر احمد قادری	۶؍ستمبر ۲۰۲۳ء	// // //
ایس. ایم. آصف	۲۰؍ستمبر ۲۰۲۳ء	۸ تا ۱۴؍اکتوبر ۲۰۲۳ء
رہبر تابانی دریابادی	۱۸؍ستمبر ۲۰۲۳ء	// // //
مقصود الٰہی شیخ	۲۰؍ستمبر ۲۰۲۳ء	۱۵ تا ۲۸؍اکتوبر ۲۰۲۳ء
پروفیسر نجم الہدیٰ	۲۳ اور ۲۴؍ستمبر ۲۰۲۳ء کی درمیانی شب	// // //
پروفیسر شارب ردولوی	۱۸؍اکتوبر ۲۰۲۳ء	یکم تا ۷؍نومبر ۲۰۲۳ء
امیر محمد خاں (راجا محمود آباد)	۳ اور ۴؍اکتوبر ۲۰۲۳ء کی درمیانی شب	// // //
غلام نبی خیال	۱۵؍اکتوبر ۲۰۲۳ء	// // //
پروفیسر اطہر صدیقی	۹؍نومبر ۲۰۲۳ء	۱۵ تا ۲۱؍نومبر ۲۰۲۳ء
انور قمر	۹؍نومبر ۲۰۲۳ء	// // //
عبدالحمید ساحل	۱۷؍نومبر ۲۰۲۳ء	۲۲ تا ۲۸؍نومبر ۲۰۲۳ء
منظر عباس	۵؍نومبر ۲۰۲۳ء	// // //
پروفیسر انور معظم	۲۵؍نومبر ۲۰۲۳ء	یکم تا ۷؍دسمبر ۲۰۲۳ء
ڈاکٹر امام اعظم	۲۳؍نومبر ۲۰۲۳ء	// // //
حسن چاندپوری	۲۷؍نومبر ۲۰۲۳ء	// // //
عامر حسین رضوی	۲۷؍اکتوبر ۲۰۲۳ء	۸ تا ۱۴؍دسمبر ۲۰۲۳ء
بدنام نظر	۱۲؍دسمبر ۲۰۲۳ء	۱۵ تا ۲۱؍دسمبر ۲۰۲۳ء
صاحبزادہ شوکت علی خاں	۹؍ستمبر ۲۰۲۳ء	// // //

☆☆☆

بقیہ: ہند-ایران دوستی میں فنِ خطاطی کا اہم کردار
(صفحہ 5 سے آگے)

ہند-ایرانی تعلقات کو جوڑنے اور مضبوط بنانے والی کڑی کہتے ہیں تو یہ درست ہوگا۔ ان خیالات کا اظہار نیوز اڈیٹر 'سیاست' و نامزد ایم ایل سی جناب عامر علی خاں نے عزت مآب مہدی شارخی قونصل جنرل ایران متعینہ حیدرآباد کے ساتھ مشترکہ طور پر سالار جنگ میوزیم میں چار روزہ خطاطی و خوشنویسی کی نمائش کے افتتاح کے بعد میڈیا سے خطاب میں کیا۔ اپنی طرز کی یہ نمائش سالار جنگ میوزیم کے مشرقی بلاک میں 15 فروری تک جاری رہے گی۔ واضح رہے کہ اس نمائش میں ایران کے مہمان خطاط جناب مہدی ایرانی اور مرجان ملی بطورِ خاص اپنے فن کی نمائش کر رہے ہیں جب کہ حیدرآباد سے غوث ارسلان، محمد رفع، سیّد موسیٰ، عبداللطیف، رضی الدین اقبال اور نعیم الدین صابری مرحوم کے فن پارے بھی رکھے گئے ہیں۔ افتتاح کے موقعے پر طلبہ و طالبات، مرد و خواتین اور ریسرچ اسکالروں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ اس نمائش کا اہتمام اسلامی جمہوریۂ ایران کے قومی دن کے موقعے پر قونصل خانہ جمہوری ایران حیدرآباد نے روزنامہ 'سیاست' کے اشتراک سے کیا ہے۔ جناب عامر علی خاں کو قونصل جنرل ایران عزت مآب مہدی شارخی نے ایرانی خطاط کے فن پاروں سے واقف کروایا جب کہ جناب عامر علی خاں نے انھیں 'سیاست' کے اڈیٹر جناب زاہد علی خاں کی سرپرستی میں فنِ خطاطی کے فروغ کے لیے اقدام، قومی و بین الاقوامی سطح پر نمائشوں کے اہتمام اور اس میں مرحوم مینجنگ اڈیٹر جناب ظہیرالدین علی خاں کی کاوشوں سے واقف کروایا اور بتایا کہ دفتر 'سیاست' میں فنِ خطاطی کے نمونوں کا خزینہ ہے جس میں خطِ کوفی، خطِ نسخ، خطِ ثلث، خطِ رقاع، خطِ محقق، خطِ مغربی، خطِ سوڈانی، خطِ دیوانی اور خطِ نستعلیق کے نادر و نایاب نمونے شامل ہیں۔

(سیاست۔ حیدرآباد)

بقیہ: اردو ایک زبان نہیں، تہذیب ہے، اس کو شایانِ شان مرتبہ دیا جائے گا
(صفحہ 5 سے آگے)

کرتے ہوئے جناب ہارون یوسف صاحب (سابق وزیر، حکومتِ دہلی) نے کہا کہ صائم ایجوکیشنل ٹرسٹ نے عالمی ریکارڈ بنانے والی یُمنہ گلویز کو یہ اعزاز دینے کا جو کام کیا ہے وہ قابلِ مبارک باد ہے کیوں کہ اس سے نوجوان مسلم بچیوں کا پڑھائی کی جانب رجحان بڑھے گا اور یُمنہ گلویز کی کامیابی سے ان کو حوصلہ ملے گا۔ ساتھ ہی انھوں نے کہا کہ مسلمانوں کو اردو ضرور سیکھنی چاہیے کیوں کہ اردو زبان پر اب گرد جمتی جا رہی ہے اگر آپ اردو نہیں جانیں گے، اردو نہیں سمجھیں گے اور اپنے بچوں کو اردو نہیں سکھائیں گے تو میری یہ بات ہمیشہ یاد رکھیے کہ یہ دنیا کا اصول ہے کہ جس قوم کی ہستی کو اگر ختم کرنا ہو تو آپ اس قوم کی زبان کو ختم کر دیجیے وہ قوم خود بہ خود ختم ہو جائے گی۔ اردو کو بچانے کی ذمے داری کسی اور کی نہیں بلکہ ہم سب کی ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ جس قوم کی تعلیمی حالت اچھی نہیں ہوتی اس قوم کی معاشی و سماجی حالت بھی بہتر نہیں ہوتی۔ ہمیں اردو سیکھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اگر ہم اردو نہیں پڑھیں گے تو ہم مذہب سے بھی دور ہو جائیں گے۔ اس لیے آپ لوگ اپنے بچوں کو اردو ضرور سکھائیں۔ پروگرام اور مشاعرے کی صدارت کے فرائض استاد اور بزرگ شاعر جناب وقار مانوی صاحب نے انجام دیے۔ جناب سید شمیم انور صاحب (ایسوسی ایٹ ڈائرکٹر مارکٹنگ، انٹرٹینمنٹ سٹی، نوئیڈا)، جناب محمد سعید خان صاحب (صدر، دہلی مائنارٹیز ویلفیئر ایسوسی ایشن) اور جناب باصر اقبال صاحب (سکریٹری، ہیلپ اَدرس فاؤنڈیشن) نے بطور مہمانانِ ذی وقار شرکت کی۔ پروگرام کی نظامت جناب شمیم انور نقوی اور مشاعرے کی نظامت جناب محمد انس فیضی نے کی۔ اظہارِ تشکر ڈاکٹر عقیل احمد (سکریٹری، غالب اکیڈمی) نے پیش کرتے ہوئے کہا کہ سلیم دہلوی، صدر، صائم ایجوکیشنل ٹرسٹ غالب اکیڈمی کے ہی طالبِ علم رہے ہیں اور اپنے طالبِ علمی کے زمانے سے ہی وہ کافی سرگرم تھے اور سرکاری اداروں میں نوکریوں کے لیے کافی کوشش کرتے رہتے تھے ان کی پوری ٹیم بہت محنتی اور کافی سرگرم ہے اسی وجہ سے یہ آج بھی اتنا شاندار پروگرام منعقد کرانے میں کامیاب ہوئے۔

اردو ہندی ڈکشنری
انجمن ترقی اردو (ہند)
قیمت: 300 روپے

اسٹینڈرڈ انگلش اُردو ڈکشنری
مولوی عبدالحق
قیمت: 500 روپے

سخنِ افتخار
(کلیاتِ افتخار عارف)
افتخار عارف
قیمت: 1500 روپے

کلیاتِ خطباتِ شبلی
ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی
قیمت: 400 روپے

لفظ
(کلیاتِ زہرا نگاہ)
زہرا نگاہ
قیمت: 500 روپے

اشاریہ ہماری زبان

جنوری تا دسمبر

2022-23

چوتھی اور آخری قسط

وفیات (سال 2022)

متوفی	تاریخِ وفات	شمارہ
• پروفیسر سیما صغیر	۲۸ ر مارچ ۲۰۲۲ء	یکم تا ۲۸ راپریل ۲۰۲۲ء
• خورشید انور عارفی	۲۲ رفروری ۲۰۲۲ء	// // //
• سالک دھامپوری	۱۱ راپریل ۲۰۲۲ء	یکم تا ۱۴ رمئی ۲۰۲۲ء
• مولانا رحمت اللہ فاروقی	۱۲ رمئی ۲۰۲۲ء	یکم تا ۱۴ رجون ۲۰۲۲ء
• پروفیسر اسلم آزاد	۸ رجون ۲۰۲۲ء	یکم تا ۷ رجولائی ۲۰۲۲ء
• پروفیسر گوپی چند نارنگ	۱۵ رجون ۲۰۲۲ء	// // //
• ابرار کرت پوری	۱۸ رجون ۲۰۲۲ء	۸ تا ۱۴ رجولائی ۲۰۲۲ء
• پروفیسر کرامت علی کرامت	۵ راگست ۲۰۲۲ء	یکم تا ۷ رستمبر ۲۰۲۲ء
• شمشاد انجم خاں	۳۱ رجولائی ۲۰۲۲ء	// // //
• پروفیسر بی شیخ علی	یکم ستمبر ۲۰۲۲ء	۲۲ تا ۲۸ رستمبر ۲۰۲۲ء
• پروفیسر اصغر عباس	۷ رستمبر ۲۰۲۲ء	یکم تا ۷ راکتوبر ۲۰۲۲ء
• نسیم محمد جان	۶ رستمبر ۲۰۲۲ء	// // //
• مولانا محمد رحیم الدین انصاری	۲۷ رستمبر ۲۰۲۲ء	۲۲ تا ۲۸ راکتوبر ۲۰۲۲ء
• احمد سعید ملیح آبادی	۲ راکتوبر ۲۰۲۲ء	یکم تا ۷ رنومبر ۲۰۲۲ء
• رضوان اللہ فاروقی	۸ راکتوبر ۲۰۲۲ء	// // //
• متین اچل پوری	۱۸ راکتوبر ۲۰۲۲ء	۸ تا ۱۴ رنومبر ۲۰۲۲ء
• مولانا عبدالعلیم اصلاحی	۲۷ رستمبر ۲۰۲۲ء	// // //
• اشرف استھانوی	۱۵ رنومبر ۲۰۲۲ء	۸ تا ۱۴ ردسمبر ۲۰۲۲ء
• پروفیسر عقیل احمد	۱۷ رنومبر ۲۰۲۲ء	// // //

محمد عارف خاں

• سیّد محمد عبدالقدیر عزم	۷ رنومبر ۲۰۲۲ء	// // //
• ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی	۵ ردسمبر ۲۰۲۲ء	۱۵ تا ۲۸ ردسمبر ۲۰۲۲ء
• سردار علی	۲۳ رنومبر ۲۰۲۲ء	// // //
• معظم علی	۲۹ رنومبر ۲۰۲۲ء	// // //

وفیات (سال 2023)

متوفی	تاریخِ وفات	شمارہ
• عامر سلیم خاں	۱۲ ردسمبر ۲۰۲۲ء	یکم تا ۷ رجنوری ۲۰۲۳ء
• پروفیسر محمد معراج الحق برق	۲ ردسمبر ۲۰۲۲ء	// // //
• پروفیسر خورشید نعمانی	۱۷ ردسمبر ۲۰۲۲ء	۸ تا ۱۴ رجنوری ۲۰۲۳ء
• طارق انصاری	۳ ردسمبر ۲۰۲۲ء	// // //
• شموئل احمد	۲۵ ردسمبر ۲۰۲۲ء	۱۵ تا ۲۱ رجنوری ۲۰۲۳ء
• ڈاکٹر عبدالخالق	۲۳ ردسمبر ۲۰۲۲ء	// // //
• نعیم کوثر	۶ رجنوری ۲۰۲۳ء	۲۲ تا ۲۸ رجنوری ۲۰۲۳ء
• حافظ امیر دہلوی	۱۳ رجنوری ۲۰۲۳ء	یکم تا ۷ رفروری ۲۰۲۳ء
• پروفیسر رحمان راہی	۸ اور ۹ رجنوری ۲۰۲۳ء کی درمیانی شب	// // //
• اعجاز اختر	۲۹ رجنوری ۲۰۲۳ء	۲۲ تا ۲۸ رفروری ۲۰۲۳ء
• امجد اسلام امجد	۱۰ رفروری ۲۰۲۳ء	یکم تا ۷ رمارچ ۲۰۲۳ء
• پروفیسر ابنِ کنول	۱۱ رفروری ۲۰۲۳ء	// // //
• ضیا محی الدین	۱۳ رفروری ۲۰۲۳ء	// // //
• سرفراز شاکر	۱۷ رفروری ۲۰۲۳ء	۸ تا ۱۴ رمارچ ۲۰۲۳ء
• شوق جلگانوی	۱۲ رفروری ۲۰۲۳ء	// // //
• عبدالعزیز خاں	۳۱ رجنوری ۲۰۲۳ء	// // //
• پروفیسر اقبال حسین	۳۰ رجنوری ۲۰۲۳ء	۱۵ تا ۲۱ رمارچ ۲۰۲۳ء
• ڈاکٹر آنندراج ورما	۱۶ رمارچ ۲۰۲۳ء	۱۵ تا ۲۱ راپریل ۲۰۲۳ء
• پروفیسر منظر اعجاز	۱۸ رمارچ ۲۰۲۳ء	// // //
• نثار احمد ذکی	۲۴ رمارچ ۲۰۲۳ء	// // //
• ڈاکٹر نسیم نکہت	۲۹ راپریل ۲۰۲۳ء	یکم تا ۷ رمئی ۲۰۲۳ء
• محمود احمد دانا اعظم نگری	۲۶ راپریل ۲۰۲۳ء	// // //
• ڈاکٹر آفتاب اختر	۱۴ راپریل ۲۰۲۳ء	// // //
• پروفیسر امتیاز احمد	۱۹ رجون ۲۰۲۳ء	۲۲ تا ۲۸ جون ۲۰۲۳ء
• شاہنواز قریشی	۲۳ رجون ۲۰۲۳ء	// // //
• ابرارالحق عرف شاطر گورکھپوری	۲۲ رجون ۲۰۲۳ء	// // //

...(بقیہ صفحہ 7 پر)

ادارے کا مضمون نگاروں کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے (ادارہ)

مدیر : اطہر فاروقی
Editor : Ather Farouqui
شریکِ مدیر : محمد عارف خاں
Joint Editor : Mohd. Arif Khan
پرنٹر پبلشر : عبدالباری
Printer Publisher : Abdul Bari
مطبوعہ : اصیلا آفسٹ پرنٹرز، نئی دہلی
مالک : انجمن ترقی اردو (ہند)
اردو گھر، 212، راؤز ایونیو، نئی دہلی-110002
Proprietor:
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind), Urdu Ghar,
212-Rouse Avenue, New Delhi-110002
قیمت : فی شمارہ: پانچ روپے، سالانہ: 200 روپے، بیرونی ممالک: آٹھ امریکن ڈالر
Subscription: (Per Issue): Rs. 5/-, Annual: 200/-
(Foreign Countries: US $ 8)
E-mail: hamarizaban.weekly@gmail.com
http://www.atuh.org,
Phones: 0091-11-23237722

Printed and Published by ***Abdul Bari*** on behalf of Anjuman Taraqqi Urdu (Hind), Urdu Ghar, 212, Rouse Avenue, New Delhi-110002
and Printed at Asila Offset Printers, 1307-08, Kalan Mahal, Darya Ganj, New Delhi-110002, Editor: ***Dr Ather Farouqui***